اجتماعیت اور فرد کی فکری تربیت

از

پروفیسر ڈاکٹر مس نسیم سحر صمد

صدر شعبہ علوم اسلامیہ

لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، جیل روڈ، لاہور

Abstract

Islam is the religion of peace. It is the source of guidance which cultivates the attitudes of submission and surrender to Almighty Allah Ta'ala. Islam addressed not only the people of Arabia but mankind at large. Rasool-e-Karim Hazrat Muhammad (S.A.W.W) propagated the teachings of Islam and provided his 'Uswa-e-Hasna' for humanity to lead successful lives in this world and to qualify for better rewards in the life hereafter.

Islam not only addresses Man as an individual but also guides him to create a strong link with his community and society.

Quran narrates the rules, regulations, 'Awamir and Nawahi' for human beings. It explains that Man is born with a social nature and he cannot survive alone. Community is made up and develops by the peaceful interaction of individuals. If the individuals are of good character, the community and society at large will also become a cradle of peace, happiness and tranquility.

Islam promotes those teachings which motivate individuals towards discipline and balance. As a result these qualities are reflected in the society. The ideology of Islam nourishes culture and civilization, having an individuality in the global perspective. The Individual's positive ideological training and formation of a healthy community are the main features of Islamic teachings. Abilities like the nobility of character, piety, tolerance, a sense of justice and accountability in life become those indicators that are the hallmark of civilized and cultured individuals and society.

The ideological training of Individuals starts with the belief in Allah and Prophet hood of Hazrat Muhammad (S.A.W.W). It is the first step towards the spiritual purification of an individual.

Ibadaat and ethical values are the essentials of a sociological life. These essentials have their roots in these basic beliefs. The second step in this ideological training, is the belief in the life hereafter which plays a vital role in considering our life on earth as precious. The importance of a harmonious social life has its link with the idea of accountability in the life hereafter according to which man has to fulfill the 'Haqooq-ul-Ibaad' emphasized throughout in the Quran and Hadith.

The concept of 'Ibadah' enlightens an individual's mind and makes one realize the importance of the connection between Allah and His beloved creation-human beings. It elevates one's concept about life and making spiritual growth stronger. It also strengthens the ties of the individual with the collective social system.

Another most important aspect of Individual's ideological training for making the social environment strong and effective is to nourish the quality of 'Taqwa' i.e. to avoid all those actions which Allah Ta'ala does not like. This feeling generates from the 'Qalb' i.e. the heart, and plays an effective role in an individual's life. It is this quality that makes him acceptable and

respectable in social life. Hazrat Muhammad (S.A.W.W) stressed upon 'Taqwa' as the essence of dignity and success in this life and the life hereafter. It enhances the meaningfulness of individual's actions, grooms the different aspects of his character, elevates him to the level from where generate the most desirable cultural traditions and values which in turn bring more blessings of 'Allah Ta'ala'. Therefore, we can say without any doubt that Islam provides for its followers an ideal training which results in a harmonious social life.

دینِ اسلام–امن وسلامتی اور تسلیم ورضا کا عنوان ہے۔ایسا سرچشمہِ ہدایت ہے جس کا مبدأ و مصدر، بزرگ و برتر ذات باری تعالیٰ اللہ جلّ جلالہٗ کی ذاتِ برحق ہے۔ دینِ اسلام تکمیل کی خصوصیت اور نعمتِ تامہ کے اِعزاز کا حامل ہے۔ حیاتِ انسانی کے اِستحکام اور اُستواری کی خصوصی نوعیّتوں اور جہتوں کو متعین کرتا ہے۔اس دینِ حق کی فراہم کردہ ہدایت کی ضیاء پاشیاں تا قیامت ہر آنے والے دَور اور زمانے میں انسانی تہذیب وتمدن کو منوّر و تاباں کرتی رہیں گی. کرس وادی (Charis Waddy) رقمطراز ہے کہ دین اسلام کوئی نیا دین نہیں ہے جس کی تبلیغ چودہ سو سال پیشتر حضرت محمد ﷺ نے کی تھی بلکہ یہ وہی دین ہے جو کرۂ ارض پر ابوالبشرؑ کے اُترنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کی صورت میں اُن کو عطا ہوا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اُن کو تمام بنی نوعِ انسانی کے ضابطۂ حیات کا مستحکم راستہ عنایت کیا۔ بعد میں مختلف مقامات پر مبعوث ہونے والے اَنبیاء ورُسل انہی اَحکاماتِ الٰہیہ کو بیان فرماتے رہے ان تعلیمات کی رُوح اللہ تبارک وتعالیٰ کے رُوبرو تسلیم ورضا کا اظہار تھا۔اس نبوت و

رسالت کے سلسلے کے سرتاج سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ ہیں۔قولہ تعالیٰ ﴿ إنّ الــــدّیــــن عــنــد اللہ الإســلام ﴾(1) کے مطابق تمام گذشتہ تعلیمات کو اپنے دامن میں سمولیا۔دین اسلام عالمگیریت اور آفاقیت کی خصوصیات کا حامل اور بہترین اُصول واَحکام کا جامع ہے۔(2)

دینِ اسلام اپنی مخاطب نوعِ بشر اور کل نوعِ انسانی کو قبول ایمان کی جو دعوت پیش کرتا ہے ان میں اعلیٰ مقاصد اور نصبُ العین پوشیدہ ہیں، جن کے حصول کیلئے انسانیت کو ہمیشہ متحرک اور رواں دواں رہنا ہے ۔گویا دینِ اسلام کا تعلق اور واسطہ حال سے بھی ہے اور مستقبل سے بھی، یہ ماضی کے اَحوال کے بیان اور بنیادوں پر استوار ہے ۔ ہر دور میں انسانی زندگی کی تمام وُسعتوں پر محیط ہے۔دنیاوی صلاح و فلاح اور اُخروی نجات و کامرانی پر مبنی جامع اور کامل ہدایت کا خزینہ ہے۔بیمار انسانیت کیلئے نسخہ شفا ،جو ہر بیماری کا علاج فراہم کرتا ہے، ہر مسئلہ کا حل بتاتا ہے۔مصنوعی نہیں، بلکہ حقیقی اعتبار سے تحریک ومقصد کو پانے کی جستجو اور اخلاصِ نیت کی اَقدار سے روشناس کراتا ہے۔(3)

بنی نوعِ انسان کیلئے قرآن حکیم اور حدیثِ نبوی ﷺ منزلِ مقصود کا ایسا نشان ہے جس کی رہنمائی میں تا قیامت انسانی فکر وعمل کی رعنائیوں کو منصہ ٔشہود پر آنا اور تہذیب وتمدن کو نمو پانا ہے۔دینِ مبین کے یہ دونوں سرچشمے ہر اس تقاضے کی تشنگی کو بدرجہ اَتم سیراب کرتے ہیں، جو اَبد تک اس کی راہ میں سوالیہ نشان بن کر سامنے آتے رہیں گے۔

قرآنِ حکیم رشد وہدایت کے سلسلے میں نازل شدہ تمام صحف وکتب کا خلاصہ،تتمّہ اور مکمل کتاب ہے۔جو اِعجاز کی خصوصیت، وسعتِ معانی، گہرائی اور تعمّق کے اَوصاف سے مزیّن ہے۔جزیرۃ العرب میں حضور ﷺ پر نازل ہونے والا یہ کلامِ الٰہی گزشتہ انسانی معاشروں ، اُن کی خوبیوں، خامیوں اور رذائل وخصائلِ حسنہ کو بیان کرتا ہے۔مسائلِ حیات کا جامع احاطہ کرتے ہوئے اصولی مگر واضح رہنمائی فرماتا ہے۔قرآن وحدیث کا یہ ذخیرۂ ہدایت مفہوم ومعنی کی ایسی گہرائیوں کو سموئے ہوئے ہے جن میں غوطہ

زن ہو کر ہر دور کے انسانوں نے اپنی جدتِ طبع اور فکری صلاحیتوں کے مطابق غوّاصی کی۔ اور ہر دور کے مسائل کے حل اور وضاحتوں کی نئی تعبیریں ڈھونڈیں اور ہر دور کے تقاضوں کے ساتھ قرآن و حدیث پر مبنی اسلامی تعلیمات کی مطابقت پذیری کو قائم کر کے دکھایا۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ پر نازل شدہ اس کلام ربُ العالمین اور وحیِ الٰہی میں وقت اور زمانہ کی ہر سہ نوعیّتوں یعنی ماضی، حال اور مستقبل کے درمیان ایسا توازن موجود ہے جسے ہر دور میں محسوس کیا جاتا رہے گا۔ صاحب ِایمان کی حیثیت سے حیاتِ انسانی کے مختلف شعبوں میں مثالی رہنمائی کا سامان ڈھونڈنا چنداں دشوار نہیں۔ اس جامع ضابطۂ حیات کا ہی اعزاز ہے کہ دنیوی اور اخروی تقاضوں اور ربط و تعلق کو سمجھتے ہوئے مقصود و مطلوبِ حیات کی نشاندہی فرمادی گئی۔

1. ال عمران 3 : 19
2. Charis Waddy, <u>The Muslim Mind</u> [Lahore: Vanguard Books (Pvt.) Ltd., 1992] P:179
3. <u>The Muslim Mind</u>, P:178

اسلام میں فرد اور اِجتماعیت کے تمام پہلوؤں کا اِحاطہ کیا گیا۔ زمانہ جاہلیت میں زندگی گزارنے والوں کو ایسے قواعد و ضوابط کا خوگر بنایا گیا جنہوں نے انسانی سوچ اور فکر کے دھارے بدل دیے۔ قرآنِ حکیم اس حقیقت کو بنیادی طور پر تسلیم کرواتا ہے کہ ہدایت کا منبع ایک ہی ہے اور حضرت آدمؑ سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ تک انسانیت کبھی بھی رشد و ہدایت سے محروم نہیں رہی اور خرابیوں کی اِصلاح کیلئے انبیاء و رُسل مبعوث ہوتے رہے۔ لہٰذا ہر انسانی معاشرہ احکاماتِ الٰہیہ کی روشنی میں ہی اپنی زندگی کے نقشے ترتیب دیتا رہا۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ اِبلیسی ہتھکنڈوں کے زیرِ اثر سماوی رشد و ہدایت کا عمل مختلف خرابیوں سے دوچار ہوتا رہا۔ رفیع اللہ شہاب رقمطراز ہیں کہ مختلف تاریخی اَدوار میں انسانوں نے اپنے وقت کے حالات کے مطابق معاشرے تشکیل دیے، ان معاشروں کے طفیل دنیا میں تہذیب و تمدن کا

اِرتقاء ہوا، تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ان میں خرابیاں پیدا ہو جاتیں. تاہم چاہے یہ انسانوں کی کوششوں سے قائم ہوئے یا انبیاء ورُسل کی تعلیمات کے نتیجے میں، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُن میں خرابیاں پیدا ہوتی رہیں جن کی وجہ سے یہ معاشرے زوال کا شکار ہو گئے۔ (1) لیکن قرآنِ حکیم کو اللہ تعالیٰ نے آخری کتابِ ہدایت ہونے کے اعزاز سے سرفراز فرمایا۔ یہ ایمان ویقین کی تمام خرابیوں کو دُور کر کے عمل کی دنیا کی اِصلاح پر مبنی پیغامِ حق تھا جنھوں نے تمام مفاسد اور برائیوں کو اصلاحی جامہ پہنایا۔

دین اسلام میں فرد کی فکری تربیت اور اِجتماعیت کی تشکیل کے موضوع کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ دینِ اسلام کا فراہم کردہ حیاتِ انسانی کا خاکہ ایسی خصوصیت کا مالک ہے جو انسان کو عقلی وفکری رہنمائی عطا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے قلب وروح کو بھی منوّر وتاباں کرتا ہے۔ اس کے نقطۂ نظر میں آفاقیت کا رنگ پیدا کرتا ہے۔ اسے انسان دوست بناتا ہے۔ اسے ذات کی حد بندیوں سے نکال کر جماعت کے ساتھ وابستگی عطا کرتا ہے اور یوں فرد و جماعت دونوں کو ایک ایسے مربوط تعلق میں منسلک کرتا ہے جو ہر حالت اور ہر کیفیت میں رضائے الٰہی کے ماتحت اور اطاعت اللہ والرسول ﷺ کے تقاضوں کی تکمیل میں سرگرم رہتا ہے اور یہ اَساس ہر دو کیلئے کامیابی اور رفعت وعروج کی ضمانت بن جاتی ہے۔

دینِ اسلام کی تعلیمات کا مخاطب انسان ہے۔ قرآنِ حکیم نے انسان کو گمراہی سے بچانے اور صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے کیلئے تمام اُصول وضوابط، اَوامر ونواہی عطا فرمائے۔ لیکن یہ حقیقت بھی ذہن نشین کروادی کہ وہ عمرانیاتی سطح پر اِجتماعی زندگی بسر کرنے کی سرِشت کے ساتھ پیدا ہوا ہے۔ لٰہذا فرد اور اِجتماعیت لازم وملزوم ہیں۔ فرد کی اِصلاح وتربیت کا مطلب صحت مند معاشرہ کی تعمیر ہی ہے۔ کیونکہ اچھے افراد عمدہ اور بہتر عمرانیاتی ہیئت کو وجود میں لانے کا باعث ہوں گے اور صالح معاشرہ کے ہاتھوں اچھے افراد کی پرورش وتربیت ممکن ہو سکے گی۔ گویا دونوں یعنی فرد اور اجتماعیت ایک دوسرے سے توانائی، قوت اور زندگی حاصل کرتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے باہم گر حاجتمند ہیں۔ فرد معاشرے کو نئے

نئے افکار و خیالات سے مالا مال کرتا ہے۔ اپنی قابلیتوں اور اجتہادی تازہ کاریوں سے تہذیب و تمدن اور عمرانیاتی زندگی کے مختلف گوشوں کو چمکاتا اور سنوارتا ہے۔ اپنی سیرت و کردار کی تعمیر و تشکیل، شخصیت کی نشو و نما اور عمل کی استواریوں سے معاشرہ میں نظم و ضبط اور توازن پیدا کرتا ہے۔ وہاں اجتماعیت بھی فرد کو نکھارنے اور سنوارنے کے معاملے میں کسی بخل کا اظہار نہیں کرتی۔ چنانچہ صالح معاشرہ جو اِتباع و اِطاعت اللہ و الرسول ﷺ کے محاسن سے متصف ہوتا ہے فرد کو زندگی کی راسخ اور بندھی ٹکی روایات عطا کرتا ہے۔ مثبت تصورات اور صحیح عقائد دیتا ہے۔ متوازن زندگی کا نصب العین فراہم کرتا ہے۔ تہذیب و تمدن کے مستحکم سانچے اور اُسلوب مہیا کرتا ہے۔ طاقت و توانائی اور قوت و اقتدار کی مطلوبہ ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ فرد کو اپنی ذات کے اظہار، اپنی قابلیتوں اور صلاحیتوں کی تکمیل اور اپنی ذات و شخصیت کے نشو و ارتقاء کے تمام مواقع عطا کرتا ہے جن سے آگے ترقی کی راہیں اور منزلیں متعین ہوتی ہیں۔ وہ فرد کی حوصلہ مندیوں اور ذاتی امنگوں کو متاثر و مجروح نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو تشویق و ترغیب دلاتے ہوئے سعادتوں اور نیکیوں کے حصول کیلئے مہمیز دیتا ہے۔

1 شہاب، رفیع اللہ، اسلامی معاشرہ [لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1988ء] ص:18

یہ صالح معاشرہ کہاں سے آیا؟ درحقیقت صالح افراد ہی صالح عمرانیاتی اِجتماعی تشکل میں اجاگر ہو کر معاشرہ کہلاتے ہیں۔ اس سے یہ اُمر مترشح ہے کہ افکار و خیالات کی استواری کیلئے فرد کے ساتھ ساتھ اِجتماعیت بھی ضامن و ذمہ دار ہے۔ چنانچہ فرد اور اِجتماعیت دونوں کیلئے اس فکری اُساس کی فراہمی بہت ضروری ہے جو اسے صالح خطوط پر چلائے اور باہم گرایک دوسرے کیلئے بہتر معاون و مددگار بنائے۔

فرد اور اِجتماعیت کے مابین تعلق اور ربط کی نوعیت کو سمجھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اَفراط وتفریط کی روش سے زندگی کے مفہوم ومعنی اور مقصود ومطلوبِ حیات تک رسائی کا عمل متاثر ہوتا ہے۔ یہ زندگی کی صلاح و فلاح اور بقاء کیلئے بہت ضروری ہے۔ اگر محض فرد کی اِصلاح وترقی کو نصب العین ٹھہرالیا جائے تو توازن بگڑ جاتا ہے اور فرد کی نشوو ارتقاء رہبانیت کی انتہاؤں کو اجاگر کرنے کا باعث بنتی ہے اور خود وہ نظامِ فکر ہی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ ایسے جلیل القدر، عالی ہمت اور تازہ کار افراد منصۂ شہود پر لانے سے قاصر رہتا ہے جو عمرانیاتی اِجتماعی ہیئت کو متحرک و رواں دواں رکھنے اور تہذیب وتمدن کے دبستان میں رونق اور زینت کا باعث بن سکیں۔

دوسری طرف اگر فرد کو نظر انداز کرتے ہوئے اِجتماعیت کے خارجی مظاہر، اس کی فلاح و بہبود اور تنظیم سے ہی تعرض کیا گیا تو وہ نظامِ فکر بھی ناکام ثابت ہوئے کیونکہ جرأتوں کے حامل، خداترس، خود بین وخودنگر، حق پرست اور قلبی لطائف سے آگاہ اَفراد تربیت پذیر نہ ہو سکے جو قلب وباطن کو صیقل کرتے، اعلیٰ سیرت و کردار کی تعمیر وتشکیل کے نتیجے میں محاسنِ اخلاق کی دنیا آباد کرتے اور اِجتماعیت کے خارجی مظاہر کو تقویت ملتی۔ اسلامی تعلیمات کے تناظر میں فرد اور اِجتماعیت یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں کوئی ثنویت یعنی دوئی (Dualism) نہیں ہے۔

دینِ اسلام اچھے اور صالح افراد کی سیرت وکردار اور شخصیت کی تعمیر وتشکیل پر زور دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں صالح اِجتماعیت خود بخود پروان چڑھتی ہے اور اس کیلئے کوئی مصنوعی کوشش نہیں کرنی پڑتی۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآنِ حکیم اور احادیثِ مبارکہ میں اِجتماعیت کی صلاح وفلاح کو مستحکم کرنے والی اَقدار اور خصوصیات کی بہترین طریقے سے نشاندہی فرمائی گئی۔ تاکہ وہ زیادہ مثبت اَنداز میں اپنی عمرانی ذمہ داریاں ادا کرسکے۔ 'یہ بات ایک مسلمہ حقیقت کا درجہ رکھتی ہے کہ اجتماعیت کا احساس انسان کا طبعی اور نفسیاتی احساس ہے اور اس کارگہہِ عالم میں انسان کو زندگی کے مرحلہِ اوّل پر ہی اس سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پھر وہ جس قدر نشو ونما کے مرحلے طے کرتا جاتا ہے اسی قدر اس کے علائق میں توسیع پیدا ہوتی چلی

جاتی ہے۔(1)

عبدالحمید صدیقی فرد اور جماعت کے ربط و تعلق کے تناظر میں فرد کی اہمیت کے حوالے سے اس کے تصرّف اور اختیارات، اعمال کی ذمہ داری اور جوابدہی کو زیر بحث لاتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جماعت اور اجتماعی نظام اسلام کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ فی الواقع ان کو بڑی اہمیت حاصل ہے مگر اس حیثیت سے نہیں کہ وہ بجائے خود مقصود ہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ فرد کی شخصیت کا ارتقاء اور اس کی ذات کی تکمیل جماعت ہی کی اصلاح اور اجتماعی نظام ہی کی بہتری پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شک فرد کی صورت میں پیدا کیا ہے مگر اسے ایسا رکھا نہیں ہے۔ گوناگوں اجتماعی تعلقات ہی فرد کی نشو و نما کے ضامن ہوتے ہیں۔ اس کی صلاحیتیں ان کی بدولت ابھرتی ہیں۔ ہم ایسے تجریدی فرد کا تصور تک نہیں کر سکتے جو اجتماعی زندگی سے قطعاً بے نیاز ہو۔ فرد کی امتحان گاہ جس میں اسے اپنی صلاحیتوں کو برومند کرنے کا موقع ملتا ہے وہ اس کی اجتماعی زندگی ہی ہے۔(2)

1. صدیقی، حیدر زمان، اسلامی نظریہ اجتماع [لاہور: یونیورسل بکس: 1986ء] ص: 40

2. انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام [لاہور: اسلامک پبلشنگ ہاؤس، اشاعت اول: 1976ء] ص: 196

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دینِ اسلام کی تعلیمات کے مختلف اِمتیازی پہلوؤں کو قرآن پاک میں کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے جن میں سے کچھ کی نشاندہی ذیل میں کی جا رہی ہے جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ وہ دین ہے جو کائنات میں جاری و ساری قوانینِ فطرت اور ان کی صداقتوں کے ساتھ اِرتباط رکھتا ہے۔ یہ کفر و شرک اور جہل و ھویٰ کی غلامی سے نکال کر انسان کو ذہنی و فکری اور علمی معرفتوں کے نور سے منور کرتے ہوئے زندگی بسر کرنا سکھاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قدجاء کم من اللہ نور و کتٰب مبین oیھدي به اللہ من اتّبع رضوانه سبل السّلام و یخرجھم من الظّلمٰت إلی النّور بإذنه و یھدیھم إلی صراط مستقیم﴾(1)

امام البیضاوی کے نزدیک کتابِ مبین سے مراد قرآن حکیم ہے جو اِعجاز کی خصوصیات سے مالا مال ہے۔ شک اور گمراہی کی ظلمتوں کو دور کرنے والی کتاب ہے۔ جبکہ نور سے مراد حضرت محمد ﷺ کی ہستی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے اِتباع میں اللہ کے راستے یا عذاب سے سلامتی کے راستوں پر چلے گا تو اس کو پروردگار کفر سے نورِ اسلام کی طرف نکال لے جائے گا اور ان کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرمائے گا۔(2)

﴿ یامرھم بالمعروف و ینھٰھم عن المنکر و یحلّ لھم الطیّبٰت و یحرّم علیھم الخبائث و یضع عنھم إصرھم و الأغلال الّتی کانت علیھم ﴾(3)

رسولِ کریم ﷺ لوگوں کیلئے اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ پاکیزہ اشیاء کو حلال اور خبائث کی حرمت قائم فرماتے تھے۔ مزید برآں آپ ﷺ لوگوں سے وہ تمام بوجھ اور وزن دُور فرماتے تھے جن کے تلے اِنسانیت دبی ہوئی تھی۔

﴿ قل إنّی علیٰ بینة من ربّي ﴾(4)

کہہ دیجئے کہ میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں۔ امام البیضاوی نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ 'بیــنة' کا مطلب واضح دلیل، جو حق کو باطل سے ممیّز کردے اور اس سے مراد قرآن اور وحی ہے۔(5)

﴿ لیھلک من ھلک عنۢ بیّنة و یحي من حيّ عن بیّنة ﴾(6)

تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل سے بے اعتنائی برت کر ہلاک ہو اور جسے جینا ہے وہ دلیل کو مان کر جیے۔

امام البیضاوی ہلاکت و حیات کو بالترتیب کفر اور اسلام کیلئے استعارہ بھی مراد لیتے ہیں۔(7) گویا جو حق

کو قبول کرے گا تو اس کی حیات کی دلیل ہے اور جو حق کی واضح نشانی کو قبوک نہیں کرے گا تو یہ اس کیلئے ہلاکت کا موجب ہوگی۔

1. المائدة 5 : 15-16
2. تفسیر البیضاوی، 120/2
3. الاعراف 7 : 157
4. الانعام 6 : 57
5. تفسیر البیضاوی، 165/2
6. الانفال 8 : 42
7. تفسیر البیضاوی، 61/3

ان آیاتِ کریمہ کی روشنی میں دین اسلام کے جو اِمتیازی پہلو اُجاگر ہوتے ہیں ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دینِ اسلام کسی کیلئے جبر و اِکراہ کا راستہ نہیں کھولتا۔ وہ اپنے واضح دلائل بیان کرتے ہوئے مخاطبین کو پورا حق دیتا ہے کہ وہ علم و اِدراک کی روشنی میں ان حقائق کو اختیاری طور پر قبول کریں تاکہ کوئی حجّت باقی نہ رہے اور انسان اپنے فیصلہ کیلئے کلیتًا ذمہ دار ہو۔ فرد اور اِجتماعیت کی مثبت تعمیر اور نشو و اِرتقاء کیلئے اسی اَنداز کے ماحول کی ضرورت تھی تاکہ وہ حریّت و آزادی کی فضا میں پروان چڑھ سکے۔ دینِ اسلام میں فرد اور اجتماعیت کے باہمی ربط کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ فرد کو انتہائی حریّت حاصل تو ہے لیکن جماعت سے الگ تھلگ ہوکر جماعتی مفادات کو پس پشت ڈالنے نہیں دیا گیا۔ بلکہ دونوں کو باہمی اِرتباط سے پروان چڑھنے کے لوازمات مہیا کیے گئے۔ فرد کی فکری تربیت اور اِجتماعیت کی تشکیل و ترتیب کے لیے دینِ اسلام نے جن حقائق کو بیان کیا ہے ان کا اِحاطہ کرتے ہوئے اگر ہم بنیادی حقیقت پر اپنی توجہ مرتکز کرنا چاہیں تو وہ محور ایمان باللہ والرسول ہے۔ ایمان کی اسی بنیاد

سے مزید ایسے حقائق کی تخریج ہوتی ہے۔ جو فرد کی تربیت میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں اور اجتماعیت پر بھی اپنے مثبت اثرات مرتب کرتے ہیں۔ تمام تر احکاماتِ ربانی کا محلِ اوّل اگرچہ فرد ہی ہے لیکن حیاتِ عمرانی فرد کی حیاتِ شخصیہ سے علیحدہ نہیں ہے اور یہ حقیقت عیاں ہے کہ تمام تر عمرانی و اِجتماعی سرگرمیوں کا ماخذ فرد ہی ہے۔ افراد کی کثرت، اِجتماعیت کے رُوپ میں جلوہ فگن ہوتی ہے۔ گویا اِجتماعیت کی تمام تر ذہنی وفکری اور علمی استعداد اَفراد کی قابلیتوں اور صلاحیتوں کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ یہ حقیقت بھی ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ فرد کے شخصی اوصاف وخصائص جب تک اِجتماعیت سے انضمام پذیر نہ ہوں نہ وہ پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں اور نہ فرد خود ان سے مستفید اور متمتع ہونے کے قابل ہوتا ہے۔ فرد کے تمام تر اَوصاف وخصائص اور کمالات کی قدر و قیمت اِجتماعیت کے ساتھ وابستگی میں ہی مضمر ہے۔ گویا وہ عمرانی زندگی کا حاجتمند ہوتا ہے اور حیاتِ عمرانی کی اِجتماعی نوعیت افراد سے ہی وابستہ ہے گویا ہر دو ایک دوسرے کے تشکیل وتعمیر کے رہینِ منّت ہیں۔

☆......ایمان باللہ والرسول:

اللہ جلّ شانہ وہ ذات باری تعالیٰ ہے جس کے گرد کونین کے تمام حقائق لپٹے ہوئے ہیں۔ اس کا اقرار واعتراف فرد کو فکری اور روحانی اعتبار سے اصلاح کے راستے پر گامزن کرنے کی پہلی اکائی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے جب نبوت و رسالت کے خاتم کی حیثیت سے دینِ حق کی دعوت کا آغاز فرمایا تو توحیدِ باری تعالیٰ کی طرف ہی سب کی توجہ مبذول کرائی۔ مخاطب کفار ومشرکین جو بت پرستی کی گمراہی میں مبتلا تھے اس حقیقت کو قبول کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ کیونکہ کثرت پرستی ان

کے قلوب کو زنگ آلود کر چکی تھی۔ وہ اپنے آباء واجداد کی تقلید کی روش میں ایمان باللہ سے اِعراض کی توجیہہ یہ بیان کرتے تھے۔

﴿ وقالوا قلو بنا غلف ﴾(1)

گویا منعمِ حقیقی کی نعمتوں کی قدر دانی سے انحراف، اس کی وحدہٗ لاشریک ذات کو تمام کائنات کا خالق و مالک اور رب ماننے سے انکار منکرین کی عام روش بن کر سامنے آئی - ایک اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اس بات پر وہ حیران و ششدر رہتے۔ کیونکہ ان کی عقلِ نارسا تو محسوس معبودوں اور تعدّد اِلہٰ کے چکروں میں الجھی ہوئی تھی۔ ان کی حیرت واستعجاب کو قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿ أجعل الا لهة الها واحدا إنّ هذا لشيء عجاب ﴾(2)

کیا اس نے اتنے معبودوں کے بجائے ایک ہی معبود رہنے دیا؟ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔

1 البقرة 2 : 88　　　2 ص 38 : 5

اُلوھیت کو اِلہٰ واحد کے ساتھ مختص کرنا ان کی سمجھ سے بالا اُمر تھا جو ان کے آباء کی روش سے بھی مطابقت نہ رکھتا تھا۔ وہ کائنات میں کثرتِ اشیاء کا احاطہ ایک اِلہٰ کے علم وقدرت کے بس کی بات خیال نہ کرتے تھے۔ لیکن دینِ اسلام کی دعوت کا مرکزی نقطہ ایمان باللہ کی دعوت اور وحدانیت کا اقرار کروانا تھا۔ تمام گذشتہ انبیاء ورُسل نے بھی اپنے مخاطب افراد کو توحیدِ باری تعالیٰ ہی دعوت دی تھی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار رقمطراز ہے کہ کمال توحید یہ ہے کہ نفس میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جس سے وہ بے اختیار اللہ کو اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا جان لے۔(1)

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان سے ہی قلبی و باطنی اور خارجی اِصلاح کا عمل شروع ہوتا ہے۔ تمام

عبادات، اخلاق اور معاملات کے احکامات کی تنفیذ اُسی صورت میں ممکن ہے جب ایمان باللہ کا اقرار ہو۔ انسان کی کل صلاح وفلاح کا اوّل و آخر نکتہ یہی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے معبودِ حقیقی کی اُلوہیت کا اِقرار کیا جائے اور پھر اس عقیدۂ توحید کے تمام لوازمات کی تکمیل کی جائے جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے مقام و مراتب حاصل ہوسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمام بنی نوعِ انسان کی ارواح ربوبیتِ الٰہیہ کا اقرار کرچکی ہیں جس کو 'وعدۂ یوم اُلست' * کے عنوان سے بیان کیا گیا۔

ایمان باللہ کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ سب اِعتراف کر چکے لیکن پھر بھی اُنفس و آفاق کے دلائل سے ایمان باللہ کی طرف متوجہ کرایا۔ انہیں سمجھایا گیا کہ 'کیا وہ لوگ ارض وسماء کی 'فاطر' ہستی کے بارے میں کسی شک میں مبتلا ہیں؟ (2) انہیں احساس دلایا گیا کہ اسی ذاتِ باری تعالیٰ ربّ العالمین کے پاس ان کولوٹ کر جانا ہے۔ (3)

عقیدہ توحید ورسالت کا اِقرار جو 'شہادتین' بھی کہلاتا ہے۔ اس اَمر کی عکاسی کرتا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے انسان کو بے یارومددگار اور بے سہارا نہیں چھوڑا بلکہ نوعِ بشر میں سے ہی بہترین انسان حضرت محمد ﷺ کو مقامِ نبوت ورسالت سے نوازتے ہوئے اس سلسلۂ ہدایت کو آپ ﷺ کی ذات پر مکمل کردیا۔ آپ ﷺ پر جو کلام نازل فرمایا گیا وہ ہر قسم کی کجی وخامی سے پاک اور بے عیب ہے۔ (4) اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی۔ قولہ تعالیٰ: ﴿إنا نحن نزلنا الذکر و إنّا له لحافظون﴾ (5)

ایمانیات کیلئے یہ دونوں اجزاء فرد کی فکری تربیت اور اس کی اِصلاح کا نقطۂ آغاز ہیں۔ عبادات اور اَخلاق جو عمرانیاتی اِجتماعی زندگی کے لوازمات شمار ہوتے ہیں۔ وہ انہی اُمّہاتُ العقائد کی روشنی میں اپنی افادیت منواتے ہیں۔ ان کی بناء پر ہی اِسلام ایک مؤثر تعمیری اور فعّال قوّت بن کر زندگی کے ہر پہلو میں نفوذ کر جاتا ہے اور سچا ایمان انسان کی روحانی کیفیت اور مادّی حالت پر قطعیت کے ساتھ اثر

انداز ہوتا ہے۔ یہ انسان کے نجی اور معاشرتی رویے، سیاسی طرزِ عمل اور اِقتصادی زندگی پر بھی اپنے قطعی اثرات مرتب کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کی بدولت جب انسان تعلق باللہ کی رفعتوں تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو وہ اعلیٰ روحانی درجات کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ انہی اجزائے اِیمانیات کی رہنمائی میں وہ تمام مخلوقات کو ربّ العالمین کے نظامِ ربوبیت کا حصہ سمجھتا ہے اور اپنے مقامِ شرف و تکریم سے مالا مال ہونے کی بنا پر اس کا طرزِ عمل دوسروں کی طرف انتہائی مثبت اور تعمیری نوعیت کا حامل ہوتا ہے۔ اپنے معبودِ حقیقی کے احکامات کی اطاعت سے اس میں تیقّن کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ یکسوئی کے ساتھ تمام اعمال صرف اِلٰہ واحد کی خوشنودی اور رضامندی کیلئے بجالاتا ہے۔ جو اس کی فکری تعمیر و تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

1 اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ توحید [لاہور: دانشگاہ پنجاب، طبع ثانی، 1426ھ / 2005ء] 683/6

* قوله تعالى ﴿ألست بربكم قالوا بلى شهدنا﴾ الاعراف 7 : 172

2 قوله تعالىٰ : ﴿أفي الله شك فاطر السمٰوٰت والأرض﴾ ابراهيم 14 : 9

3 قوله تعالىٰ : ﴿وأن إلى ربك المنتهىٰ﴾ النجم 53 : 42

4 قوله تعالىٰ : ﴿الحمد لله الذى أنزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجاً﴾ الكهف 18 : 1

5 الحجر 15 : 9

☆...... ایمان بالآخرۃ:

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کے مطابق ایمان جس سے اعمال صالح صورت پذیر نہ ہوں اور اس میں عمل

کیلئے قوی محرّک بننے کی صلاحیت نہ ہو تو وہ محض ایک رائے ہو کر رہ جاتا ہے۔قرآن کے مطابق مسلم وہ ہے جو عقائدِ اسلام کو مانتا اور اس کے قوانین و رسوم کی پیروی کرتا ہے اور مسلم برادری کا ایک رکن ہوتا ہے۔ایمان و اعتقاد کچھ اس سے زیادہ ہے۔وہ قلب میں داخل ہو کر زندگی کو اندر سے ڈھالنا شروع کرتا ہے۔باطنی اِعتقاد کے بغیر ظاہری پابندی کم قدر و قیمت رکھتی ہے۔ اِسلام اِیمان باللہ کو مذہب کا حقیقی باطن قرار دے کر اس کو پھیلاتا اور اُن لازمی نتائج کو اس سے وابستہ کرتا ہے جو اس سے رُونما ہوتے ہیں۔(1)

اسی سے حیات بعدالممات کا اعتقاد بھی پیدا ہوتا ہے۔انسان کی حیات ایک قابلِ مضحکہ چیز بن جاتی، اگر اس کا آغاز و انجام صرف جسم کے ساتھ سمجھا جائے۔قانونِ جزا و سزا مستقلاً اِس زندگی میں بھی اپنا کام کرتا رہتا ہے اگرچہ یہ ہمیشہ ہم پر ظاہر نہیں ہوتا، موت کے بعد کی زندگی میں یہ اِنفعالات اَور بھی نمایاں ہو جائیں گے۔شاید یہ اس لیے ہوگا کہ مادّی جسم کا غلاف اُتر جانے سے روح کی بصیرت زیادہ تیز ہو جائے گی۔حیات بعدالممات، نظامِ اخلاق اور قانونِ مکافات پر اعتقاد ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں۔(2)

محمد حنیف ندوی کے مطابق نقص، گناہ اور تضادات کے چکر سے رہائی پا کر زندگی کے چہرۂ زیبا کو مزید نکھارنا، جمال و کمال کی نعمتوں سے بہرہ مند ہونا اور فانی و زمانی کیفیتوں کے بالعکس اَبدیت کے فیوض سے مستفید ہونا تخلیقِ انسانی کا حقیقی مقصد اور نصبُ العین ہے اور اسی لیے ایمان بالآخرۃ کی اہمیت عیاں ہوتی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿قل متاع الدّنیا قلیل و الآخرۃ خیر وّ ابقیٰ﴾(3)

خود زندگی کی اپنی فطرت دوام، تسلسل اور ارتقاء چاہتی ہے، موت ارتقاء کا محض ایک مرحلہ ہے جس کا تعلق زندگی کے مادّی پہلو سے ہے اور زندگی کا جو پہلو اللہ تعالیٰ کے فیوض ابدیت سے وابستہ ہے اس کو نہ فنا سے واسطہ ہے اور نہ موت سے کوئی خدشہ۔(4)

ڈاکٹر حمودہ عبدالعاطی کے مطابق زندگی اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے علم کی ایک بیّن دلیل اور اس کے فن اور قدرت کا ایک روشن پرتَو ہے۔ وہ زندگی دینے والا اور اس کی تخلیق کرنے والا ہے۔ زندگی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ امانت ہے اور وہی اسے واپس لینے کا حق رکھتا ہے۔ جب خدا انسان کو زندگی عطا کرتا ہے تو وہ اسے منفرد خوبیاں اور عظیم صلاحیتیں بیکار ودیعت نہیں کر دیتا اور نہ وہ خاص ذمہ داریاں جو انسان پر عائد کرتا ہے بے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مقصدِ حیات کے حصول اور منزل تک پہنچنے میں انسان کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ انسان زندگی گزارنے کا تخلیقی فن سیکھے اور الہامی ہدایت کے مطابق زندگی سے بھرپور لطف اندوز ہو مگر زندگی کے سفر میں خود کو ایک اجنبی یا مسافر تصور کرے جو اپنے سفر کے ایک مرحلے میں اس دنیا سے گزر رہا ہے۔(5)

1. خلیفه عبدالحکیم، ڈاکٹر، اسلام کا نظریہ حیات [لاهور: اداره ثقافتِ اسلامیه، 1970ء] ص:114
2. ایضاً حواله مذکور، ص: 117، 118 ملخصاً
3. النساء 4 : 77
4. ندوی، محمد حنیف، اساسیات اسلام [لاهور: اداره ثقافتِ اسلامیه، بار اول، 1973ء] ص:130-131
5. اسلام ایك زنده حقیقت، ص: 70

حنیف ندوی تجزیہ کرتے ہوئے ایمان بالآخرۃ کے حیاتِ انسانی اور تہذیبی سمتوں کے تعیّن میں مرتب ہونے والے اثرات کی نشاندہی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس سے اجتماعی تگ ودو میں تین نمایاں عناصر کا اضافہ ہوتا ہے:

1-تقدیسِ حیات　　2-اِختصار و توازن

3-پاکیزگی اور محاسبہ کا اِحساس

1-تقدیسِ حیات:

تقدیسِ حیات سے مراد یہ ہے کہ انسانی ذہن سے وہ قنوط اور مایوسی دور ہو جاتی ہے جو موت کو تشخص کے مٹ جانے پر محمول کرنے سے پیدا ہوسکتی ہے۔ایمان بالآخرۃ اس قلبی یقین کو اجاگر کرتا ہے کہ موت تبدیلی ماحول کا دوسرا نام ہے۔اگر موت کی ہیبت وخوف کو ہم اِیمان کے اس درجہ پر لے آئیں اور فنا کی بجائے بقا کی طرف بڑھتا ہوا قدم قرار دیں تو خود زندگی زیادہ اُستوار، زیادہ بامعنی اور زیادہ مقدّس ہو جاتی ہے اور یہی زندگی کا اصل مصرف ہے۔

2-اِختصار وتوازن:

ایمان بالآخرۃ زندگی کے بے پناہ پھیلاؤ میں خوشگوار اِختصار اور توازن پیدا کرتا ہے۔مادیت پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحانات سے نوعِ انسانی خطرات سے دوچار ہے۔مغربی دنیا کے ماہرینِ عمرانیات کا یہ کہنا ہے کہ اگر سائنس وٹیکنالوجی کے ترقی پذیر تقاضوں کا کوئی نصب العین وضع نہ کیا گیا اور ارتقاء برائے ارتقاء کے اصول پر پابندیاں عائد نہ کی گئیں اور لذتِ ایجاد کے سلسلوں کو وسیع تر ہونے کے مواقع فراہم ہوتے رہے تو ماحولیاتی فضا کی زہر آلودگی کے ساتھ ساتھ تہذیبِ انسانی کیلئے خطرات پیدا ہو جائیں گے اور انسان اپنا روحانی واَخلاقی تشخص کھو بیٹھے گا۔ مغربی ماہرین عمرانیات اس تضاد (Dilemma) کا شکار ہیں کہ سائنس وٹیکنالوجی کو حصہ بندیوں کا شکار کرنے سے تہذیب کے اِرتقائی پہلو مجروح ہوتے ہیں اور اسے غیر متحرک ومتحجر بناسکتے ہیں۔جبکہ ایجادات کی تیز رفتاریوں کا ساتھ دینے سے زندگی کیلئے حیاتیاتی خدشات، عمرانی اور اخلاقی مضرّتیں پیدا ہو رہی ہیں۔اس کا مداوا یہ ہے کہ ایمان بالآخرۃ کے ایمان ویقین کو پختہ تر

کیا جائے۔ زندگی کے دنیاوی نقشہ کو آئندہ زندگی کی بنیاد پر استوار ہونا چاہیے۔ تو لامحالہ زاویۂ نظر کی یکسر تبدیلی سے تہذیبِ انسانی کے غیر ضروری اور مہلک پھیلاؤ کا مسئلہ سائنسی سمجھوتے یا مفاہمت نہیں بلکہ عقیدہ و ایمان اور اخلاقی اقدار کی پرورش اور ارتقاء کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ شعوری سطح پر اس فیصلہ کی ضرورت کا احساس پیدا ہوتا ہے کہ نشو و ارتقا کی تیز کاریوں کو کس حد تک برداشت کیا جائے اور معاشرتی و اجتماعی فلاح و بہبود کے ساتھ کیونکر ہم آہنگ رکھا جائے۔ کیونکہ اسی اخلاقی و روحانی پیمانوں کے تابع رکھنے سے ہی وہ توازن اور خوشگوار اختصار پیدا ہوتا ہے جو اس کو مادیت پرستی کے خطرات سے تحفظ دلاتا ہے اور زندگی کی معنویت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

3- پاکیزگی اور محاسبہ کا احساس:

یہ مسلمہ امر ہے کہ حیاتِ انسانی خالقِ حقیقی کی تدبیر و حکمت کا کرشمہ ہے۔ ایک بامعنی حقیقت، بامقصد نصب العین، خاص منزل اور متعیّن سمت کی حامل ہے۔ عقیدہ سے عمل کی جزئیات تک کیلئے ہدایات، پیمانے اور اصول موجود ہیں جن کے نفوذ میں ارتقاء و تکمیل کا راز مضمر ہے تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ ہر صاحبِ ایمان قلب و ذہن کی جنبشوں کا محاسبہ کرتا رہے اور دیکھتا رہے کہ جس پاکیزگی، احساسِ ذمہ داری اور فرض شناسی کی حاجت ہے، کیا وہ موجود ہے؟ کیا تہذیب و ثقافت کے نشو و ارتقاء اور عمرانیاتی حیات کی ترقی کیلئے اٹھتے ہوئے قدم متعین نصب العین اور صحیح منزل کی طرف ہی رَواں دَواں ہیں؟ احساسِ محاسبہ کے ضمن میں قرآنِ حکیم

دوٹوک مؤقف کا بیان فرماتا ہے:

﴿ فأمّا من طغیٰo و اٰثر الحیٰوۃ الدّنیاo فإنّ الجحیم ھي المأویٰ o و أمّا من خاف مقام ربّہ و

نهی النّفس عن الهوى٥فإنّ الجنّة هي الماوىٰ﴾(1)

محاسبہ کے اس قاعدہ کی حکمرانی پوری کائنات میں جاری وساری ہے۔ چنانچہ وہی عمرانیاتی اِجتماعی مظاہر بقائے دوام حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں جو محاسبہ کی کسوٹی پر پورا اترتے ہیں۔ جن میں صحت واُستواری کی خصوصیات موجود تھیں، جن میں اَنفعیت کی صلاحیتیں پائی جاتی تھیں اور جو اپنے خالق و مالک اور ربّ حقیقی کی بارگاہ میں جوابدہی کے لیے مستعد تھے۔ گویا محاسبہ، کائنات اور عمرانیاتی زندگی کا ایک ہمہ گیر اور تخلیقی اُصول ہے جو تنہا پاکیزگیِ عمل اور سیرت وکردار کے لطائف کو قائم رکھ سکتا ہے۔ اخلاقیات وروحانیت کے ان اَوصاف کو بیدار کرتا ہے جو اعلیٰ تہذیب وثقافت کی جان ہیں۔ صرف اسی محاسبہ اور حیاتِ اُخروی پر یقین کے جذبے سے ہی نیکی اور پاکیزگی سے حقیقی وابستگی پیدا کی جاسکتی ہے اور شیطان جس نے حرص وہوس کی آزمائشیں کھڑی کر رکھی ہیں کے ہتھکنڈوں سے حفظ و پناہ حاصل کی جاسکتی ہے۔ منعمِ حقیقی کی عطا کردہ نعمتوں پر اظہارِ تشکر کرتے ہوئے مطلوب ومقصود رضائے الٰہی کے حصول میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ عمرانیاتی اعتبار سے فرد اور اِجتماعیت کو صالح خطوط پر استوار کرکے زندگی کے اُخروی فلاح ونجات کے مقصد کو بیان فرمایا گیا۔ (2)

☆......عبادات:

عبادت خدا تک پہنچنے اور قربت اختیار کرنے کا ذریعہ ہے۔ معبودِ حقیقی سے تعلق انسان کو بلند کرتا اور اس کے تمام نقائص کو دور کردیتا ہے۔ کیونکہ وہ نور اور حیات کا سرچشمہ ہے۔ وہ اس انسانی روح میں نفوذ کرتا ہے جو اپنے قلب کو اُس کی پذیرائی کیلئے کھولتا ہے۔ عبادت اپنی اعلیٰ ترین صورت میں اللہ کی یاد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم زندگی کے نصب العین اور اعلیٰ اقدار کو اپنا

مطمحِ نظر بنالیں، خدااور انسان کا تعلق یکطرفہ نہیں، بلکہ یہ ایک باہمی اِرتباط ہے۔ایک ندا سنی جاتی اور اس پر لبیک کہا جاتا ہے۔خواہ اس سننے اور جواب دینے کا طریقہ ہماری فہم میں نہ آسکے۔تمام حقیقی عبادات، مادّی یا انفرادی فوائد یا ہماری نفسانی خواہشات کی تکمیل پذیری کیلئے نہیں بلکہ ان سے مقصود صراطِ مستقیم پر ہدایت یاب ہونا ہے، یہ زیادہ روشنی کی تمنا ہے۔(3)

ایمانیاتی اجزاء کے بعد تیسرا پہلو عبادات کا ہے جو درحقیقت اسلام کی عملی تصویر کے اِمتیازی رُوپ کا نام ہے۔عوامل میں سے وہ اہم سبب جو انسان کے قلب و ذہن میں تبدیلی کا باعث بنتا ہے وہ مجموعی طور پر عبادات سے متعلق ہے جن کی سرخیل اقامتِ صلوٰۃ ہے۔فرد کی انفرادیت اور اجتماعیت کے تعلق کے ناطے، عبادت زبردست کردار ادا کرتی ہے۔تشکیل وتعمیر اور تربیت کو ایسے سانچوں میں ڈھالتی ہے جو اس کے ذہن وفکر کو جلاء بخشتے ہیں، فرد اور اجتماعیت دونوں کو اخلاقی وروحانی لطافتوں کا ہم پلّہ بنادیتے ہیں۔اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ عبادات ایک حکمت اور فلسفہ کو متعارف کرواتی ہیں۔

1. النازعات 79 : 37-41
2. اساسیات اسلام، ص : 131-137ملخصاً
3. خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، اسلام کا نظریۂ حیات ، ص:115

﴿قل إنّ صلوتی و نسکی و محیاي و مماتی للہ ربّ العالمین﴾(1)

رسول اللہ ﷺ کی لسانِ حق ترجمان کے ذریعے یہ پیغام دلوایا گیا کہ تمام تر عبادات اور قربانی یا حج اور جینا و مرنا اللہ رب العالمین کیلئے طے پاگیا جس کے اخلاص میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔انسانوں کی طرح دیگر مخلوقات بھی اسی ذوقِ عبادت سے سرشار اور ذرہ برابر سرتابی کی مجال نہیں رکھتیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ کلّ قد علم صلاتہ' و تسبیحہ' و اللہ علیم بما تفعلون﴾(2)

سب نے اپنی نماز اور تسبیح کو جان رکھا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کام تم کرتے ہو۔

﴿ و ان من شی ءٍ إلّا یسبّح بحمدہ و لکن لا تفقھون تسبیحھم﴾(3)

اور کوئی بھی شے ایسی نہیں جو اپنی حمد اور تسبیح کو نہ جانتی ہو۔لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں پاتے۔

گویا ہر نوعِ مخلوق کی فطرت اور نوعیت کے مطابق ان کی عبادت کی تسبیح وتحمید کے لوازمات ہیں جن کو ضروری نہیں کہ دوسرے بھی سمجھتے ہوں مگر ہر نوعِ مخلوق اس تسبیح وتحمید اور عبادت کی پابند ہے۔اسی طرح نوع بشری کو اللہ تعالیٰ نے ارادہ واختیار کے ساتھ عبادت کا پابند بنایا ہے اور اسی میں اس کی آزمائش مضمر ہے۔ یہ اقامتِ صلوۃ ہو یا صومِ رمضان ، اِیتاءِ زکوۃ ہو یا مناسکِ حج کی ادائیگی ہر ایک کی اپنی نوعیت اور تقاضے ہیں جن کو کما حقہ' پورا کرنے کا مطلب اِخلاص اور اِحسان کے اس درجہ عالی تک پہنچنا ہے جسے حدیثِ جبرئیلؑ میں اس طرح بیان فرمایا گیا۔

" أن تعبد اللہ کانک تراہ ، فإن لم تکن تراہ ، فإنّہ یراک "(4)

عبادت کا فلسفہ عجز ونیاز اور بندگی کے طرزِ عمل کو حیاتِ انسانی کی تمام تر وسعتوں پر محیط کردیتا ہے۔عمل کا کوئی گوشہ نیازمندی کے اظہار سے تہی نہیں رہتا۔اگر یہ اقامتِ صلوۃ کے روپ میں ہے تو ساری کائناتی مخلوقات کے آدابِ عبادت کی جہتوں اور خصوصیات کی ترجمان بن جاتی ہے۔قیام ،رکوع اور سجود پر مشتمل یہ عبادت جس میں اظہار بندگی بھی ہے ،ادائیگی ارکان بھی ہے او رشوق و وارفتگی بھی ہے۔صرف زبانی اظہارِ تشکر نہیں بلکہ اِسے جذب و کیف ، محویتِ قلب اور استغراق کی کیفیات سے مالا مال کردیا۔صلوٰۃ کو اِیمان کے خارجی وجود کا مظہر قرار دیا گیا۔

﴿ وتبتّل إلیہ تبتیلا ﴾(5)

یعنی فرد کی فکری تربیت میں اس کے روحانی اور ملکوتی پہلو کو نشو ونما دینے اور ملاء اعلیٰ سے ربط و مناسبت پیدا کرنے کیلئے نظام صلوۃ کی غیر معمولی افادیت روشناس کرائی۔ اسی طرح اگر یہ صومِ رمضان ہے تو سراسر عشق ومحبت کی شوریدگی اور دیوانگی کا مرقع ہے کہ اپنے مالک کے حکم سے اُکل وشرب اور تمام حلال امور سے بھی رک گیا، محبت اور فدائیت کا مظہر ہے۔ اگر اِیتاءِ زکوٰۃ ہے تو اپنے مالکِ حقیقی کی ملکیتِ تامّہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا سکھا دیا۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں اس کی مخلوق تک پہنچانے کا وسیلہ اور ذریعہ بنا دیا۔ فرد کے نفس کی تطہیر اور تزکیہ کا ذریعہ بناتے ہوئے حبِ مال کی رذیلت سے مامون کر دیا اور اگر یہ مناسکِ حج کی ادائیگی کی شکل ہے تو اپنے محبوب معبودِ برحق کی محبت کی سرمستی میں دیوانہ وار بیت اللہ کے طواف، سعی اور دیگر مناسک کی ادائیگی اس کے اندر ابراہیمی رنگ میں رنگے جانے کے مسلک سے تمسک دکھائی دیتا ہے۔ یہ منفرد روحانی اور تاریخی ماحول سے متعارف کرانے کا ایک ذریعہ ہے۔ تاکہ تقویۃ الایمان کی محرک امنگوں اور ولولوں کو تحریک مل سکے۔ یہ وارفتگی کی اُس کیفیت کا آئینہ دار ہے کہ اپنے محبوب ومعبودِ حقیقی کے حکم سے حجرِ اُسود کو چومتا اور دیوانہ وار حاکمِ حقیقی کے اُحکامات کو عملی جامہ پہناتا چلا جاتا ہے۔ معبودِ برحق کی رضا اس کا قرب حاصل کرنے کا متمنی اور اپنے روحانی وملکوتی اَوصاف کو صیقل کرنے کی دیوانگی کیلئے وہ مناسک حج کی تکمیل میں مصروف رہتا ہے۔ ان عبادات کی صحیح ادائیگی انسانی زندگی پر اپنے اثرات مرتب کرتی ہے۔

1 الانعام 6 : 162

2 النور 24 : 41

3 بنی اسرائیل 17 : 44

4 خ ، کتاب الإیمان، باب سؤال جبرائیل، رقم الحدیث:50، ص:12

5 المزمل 73 : 8

اور حدت کا رنگ تمام مادی امتیازات کو مٹا کر انسان کو صبغۃ اللہ میں رنگ دیتا ہے۔ ان تمام عبادات کا ماحصل وہ جذبہ ہے جسے تقویٰ یا پرہیز گاری کا نام دیا گیا، اسے علمائے کرام نے قلبی عبادات میں شمار کیا ہے۔

☆......تقویٰ:

لغت عربی میں 'وقی یقی' کے معنی کسی شے کے ضرر سے اپنے تئیں بچانا، پرہیز کرنا، اِجتناب کرنا کے ہیں اسی سے 'اتقاء' ماخوذ ہے۔ جس کو قرآن حکیم میں کئی پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿ یا أیھا الّذین آمنوا إن تتّقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً و یکفّر عنکم سیّئاتکم ﴾(1)

کہ اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو اللہ تم کو حق و باطل کا امتیاز بخشے گا اور تمہارے گناہوں کو دور کر دے گا۔

﴿ إلّا أن تتّقوا منھم تقاۃ ﴾(2)

مگر یہ کہ تم ان سے بچو جیسا کہ بچنے کا حق ہے۔

﴿ و اتّقوا فتنۃ لا تصیبنّ الّذین ظلموا منکم خاصّۃ ﴾(3)

اور اس فتنہ سے ڈرو جو تم میں سے خاص طور پر انہی لوگوں کو نہیں پکڑے گا جنہوں نے ظلم کیا ہوگا۔

ان آیاتِ کریمہ کی روشنی میں یہ اَمر واضح ہے کہ حدود اللہ کو توڑنے اور جو عہد باندھے گئے ہوں ان کی بے حرمتی، اِثم وعدوان اور عصیان پر مبنی اعمال سے اللہ کے غضب کے اندیشے کی بنیاد پر بچنا تقویٰ کے مفہوم میں داخل ہے۔ امین احسن اصلاحی حقیقتِ تقویٰ کے خلاصہ بحث میں رقمطراز ہیں:

1- تقویٰ ہر شے کی زندگی اور اس کی ترقی کا محافظ ہے۔

2- تقویٰ زندگی کی اصل شاہراہ ہے۔ کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ ہر مرحلہ زندگی کے ہم رکاب ہے۔ اس کی حیثیت بدرقہ کی ہے جو انسان کی غلط روی اور خطراتِ راہ سے بچا کر منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔

3- کسی مرحلہ میں بھی یہ زندگی کی جدو جہد اور اس کے مادی و اخلاقی ارتقاء میں مزاحم نہیں ہے بلکہ ان مزاحمتوں سے یہ زندگی کی حفاظت کرتا ہے جو اس کی ماڈی یا روحانی ترقی کو درہم برہم کر سکتی ہیں۔

4- تقویٰ کوئی خاص ہیئت وصورت نہیں ہے بجز اس کے کہ جبلّت اور فطرت کے اندر جو حدود بڑھنے اور رکھنے کیلئے قائم کر دیے گئے ہیں ان کی پوری پاسداری کی جائے۔

1 الانفال 8 : 29

2 ال عمران 3 : 28

3 الانفال 8 : 25

ان نکات سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ تقویٰ عین فطرت کے اُمور کی پاسداری ہے جو نہ تو تعطل پیدا کرتا ہے، نہ ہی جائز رغبتوں، جو ضروریات سے متعلق ہوں یا کمالیات سے، کی نفی کرتا ہے۔ نہ ہی زندگی سے حرکت کو ختم کر کے اس کو جمود اور موت کا شکار بناتا ہے اور نہ ہی ردّ و قبول، ترک و اِختیار اور ہدایت وضلالت کے فطری قانون کو باطل کرتا ہے۔(1)

بلکہ یہ نفس کے قلبی اَحوال اور باطنی کیفیات کی درستی کا نام ہے جو ہمارے اعمال ظاہری کا جوہر اور اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔ حیدر زماں صدیقی بھی اسی موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قلب کی پر اسرار قوت کس طرح درجہِ کمال کو پہنچتی ہے؟ اور کس طرح فرد کی تکمیلِ ذات کا ذریعہ بنتی ہے؟ درحقیقت اس روحانی قوت کی اِصلاح و تربیت صرف ایک چیز سے ہوتی ہے جسے قرآنی اصطلاح میں 'تقویٰ' سے تعبیر کر کے انسانی سعادت کا واحد ذریعہ اور حیاتِ ملی کی واحد اَساس قرار دیا گیا۔(2)

سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں کہ ہر اچھے کام کے کرنے اور برائی سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ ضمیر کا احساس بیدار اور دل میں خیر و شر کی تمیز کیلئے خلش ہو، یہ تقویٰ ہے۔ پھر اس کام کو خدائے

واحد کی رضامندی کے سوا ہر غرض و غایت سے پاک رکھا جائے تو یہ اِخلاص ہے۔اس کام کو کرنے میں صرف خدا کی نصرت پر بھروسہ رہے تو یہ توّکل ہے۔اس کام میں رکاوٹیں اور دقتیں پیش آئیں یا نتیجہ مناسب حال بر آمد نہ ہو تو دل کو مضبوط رکھا جائے اور خدا سے آس نہ توڑی جائے اور اس راہ میں اپنے بُرا چاہنے والوں کا بھی بُرا نہ چاہا جائے تو یہ صبر ہے اور اگر کامیابی کی نعمت ملے تو اس پر مغرور ہونے کی بجائے اس کو خدا کا فضل و کرم سمجھا جائے اور جسم و جان و زبان سے اس کا اقرار کیا جائے اور اس قسم کے کاموں کے کرنے میں اور زیادہ اِنہاک صرف کیا جائے تو یہ شکر ہے۔(3)

درحقیقت یہ مختلف قلبی کیفیات ہیں اگر ان سب کا اِحاطہ کرتے ہوئے ان کی اُساس کی طرف توجہ مبذول کریں تو وہ تقویٰ ہے۔قرآنِ حکیم کو اللہ جل شانہ نے 'ہدایت' قرار دیا اور اسے متقیوں کے ساتھ مختص فرمایا۔(4)

دینِ اسلام کا تصورِ عبادت جو اپنے وسیع ترین معنی میں زندگی کی تمام تر سرگرمیوں پر محیط ہے کی روحِ رواں بھی، منشاء و مقصد بھی اور نتیجہ بھی۔تقویٰ ہی قرار دیا گیا۔حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے حجۃ الوداع میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''إتّقوا الله ربّکم (5)''

حضرت ابوھریرۃؓ کی روایت کے الفاظ ''التقویٰ ھھنا'' و یشیر إلیٰ صدرہ ثلاث مرار.(6)
کہ تقویٰ یہاں ہے۔آپﷺ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے تین مرتبہ فرمایا۔
حضرت ابو سعید خدریؓ سے یہ روایت منقول ہے:

''اتّقوا فراسة المؤمن ، فإنّه ينظر بنور الله''(7)

1 حقیقت دین ، ص:320

2 صدیقی، حیدر زمان، اسلامی نظریہ اجتماع، ص:55

3 ندوی، سلیمان ، سید، سیرۃ النبی ﷺ [لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، اشاعت سوم ، 1983ء] 348/5

4 قولہ تعالیٰ ﴿ ذلك الكتاب لاریب فیه هدی للمتقین ﴾ البقرة 2 : 2

5 ت ، ابوا ب الصلوة، با ب ماذکر فی فضل الصلوة، رقم الحدیث:616 ،ص:158 ؛ وقوله تعالیٰ: ﴿أم نجعل المتقین کالفجار ﴾ ص 38 : 28

6 م ، کتاب البرو الصلة، باب تحریم ظلم المسلم، رقم الحدیث:6541، ص:1124

7 ت، ابواب تفسیر القرآن، باب و من سورة الحجر، رقم الحدیث:3127، ص:706، [قال ابویحي]: هذا حدیث غریب لا نعرفه الا من هذا الوجه ، و قد روی عن بعض أهل العلم فی تفسیر هذه الا بة : ﴿ان فی ذلك لآیت للمتوسمین﴾

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" اتّق دعوة المظلوم فإنّها لیس بینها و بین الله حجاب" (1)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اتّقوا الظّلم ، فإنّ الظّلم ظلمات یوم القیامة"، [و اتّقواالشّحّ ، فإنّ الشّح أهلك من كان قبلكم ، حملهم علیٰ أن سفكوا دماءَ هم و استحلّوا محارمهم](2)

حضرت عدی بن حاتمؓ سے مروی ہے:

" اتّقوا النّار و لو بشقّ تمرة ، فإن لم تجدوا فبكلمة طیّبةٍ"(3)

" اتّقوا الله في هذه البهائم المعجمة فاركبوها صالحة و كلوها صالحة"(4)

نبی کریم ﷺ سے جنت میں داخل ہونے والے اُمور کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" التّقویٰ وحسن الخلق"(5)

" لا يبلغ العبد أن يكون من المتّقين حتّى يدع مالا بأس به حذ راً لما به الباس "(6)

حضور نبی کریم ﷺ سے لوگوں میں سے افضل شخص کی خصوصیت دریافت کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" كلّ مخموم القلب ، صدوق اللّسان'' ، قالوا : صدوق اللّسان نعرفه. فما مخموم القلب؟

قال: ''هو التّقيّ، النّقيّ لا إثم فيه ولا بغي و لا غلّ ولا حسد"(7)

" الحسب المال ، والكرم التّقوىٰ"(8)

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ کے آغاز میں تلقین فرمائی:

'' أوصيكم بتقوَى اللّٰه ''(9)

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کسی شخص کو ارشاد فرمایا:

" أوصيک بتقوَى الله "(10)

حضرت ابوذر غفاریؓ کو نصیحت فرمائی:

" أوصيک بتقوَى الله، فإنّهُ رأس الأمر كلّه "(11)

1. خ ، كتاب المظالم ، باب ا لاتقاء والحذر، رقم الحديث:2448، ص:395
2. م ، كتاب البرو والصلة، باب تحريم الظلم، رقم الحديث:6576، ص:1129
3. ن ، كتاب الزكاة، باب القليل فى الصدقة، رقم الحديث:2554، ص:353
4. د ، كتاب الجهاد، باب ما يومربه من القيام، رقم الحديث:2548، ص:370
5. جه ، ابوا ب الزور، باب ذكر الذنوب، رقم الحديث:4246، ص:618
6. ت ، ابواب صفة القيامة، باب علامة التقوىٰ[بيروت (لبنان): دارلكتب العلمية، 1421ھ/ 2000م] رقم الحديث: 2451، 359/3 ؛
جه ، ابواب الزهد، باب الورع ، رقم الحديث:4215، ص:614
7. جه ، ايضاً حواله مذكوره ، رقم الحديث:4216،ص:614
8. ايضاًحواله مذكور ، رقم الحديث:4219، ص:614
9. ت ، ابواب العلم، با ب الاخذ بالسنة، رقم الحديث:2676، ص:607
10. جه ، ابواب الجهاد، باب فضل الحرس، رقم الحديث:2771، ص:400
11. صحيح ابن حبان ، كتاب الصلاة، ذكر مايد عو المرء ، رقم الحديث:2681،

ص:485، و رقم الحدیث:2691، ص:487

رسولِ کریم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کے مطابق تقویٰ رأس الأمر یعنی تمام معاملاتِ حیات کی روحِ رواں اور جان ہے۔ یہ ہر شعبہ حیات اور اس کی متعلقہ سرگرمیوں کو زینت اور رونق بخشتا ہے۔ یہ کسی خاص مظہر تک محدود نہیں بلکہ ایک حکمتِ عملی کے روپ میں پوری زندگی پر محیط ہے۔ معرفت وخشیتِ الٰہیہ، خوفِ آخرت اور اُوامرِ الٰہیہ کا سچا احترام، ظاہر و باطن کی یک رنگی کا نام تقویٰ ہے۔ اِن احادیثِ مبارکہ میں ان اُمور اور معاملات کی نشاندہی فرمائی گئی ہے جن کے پسِ پشت تقویٰ ایک قوتِ محرکہ کے طور پر کام کرتا ہے۔ اسے دخولِ جنت کا باعث قرار دیا گیا۔ قرآنِ حکیم میں بھی اہلِ تقویٰ کی پہچان بیان فرمائی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ والّذی جآء بالصّدق و صدّق به اُولٰٓئک هم المتّقون ﴾(1)

وہ لوگ جو تمام شعبہ ہائے حیات میں صداقتوں کے اَمین بن کر سامنے آئے اور صداقت و راستبازی سے ذرّہ برابر بھی تجاوز نہ کیا تو وہ متقی کہلائے۔ صداقت اور راستبازی پر مبنی اُمور کی نشاندہی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿و لٰکن البر...... ﴾ میں اس کا دائرہ اَجزائے ایمانیات کی قبولیت سے شروع کیا گیا اور اس کو اِنفاق فی سبیل اللہ، اقامتِ صلوٰۃ، ایتاءِ زکوٰۃ، ایفائے عہد، سختیوں، تکالیف اور لڑائی کے موقعوں پر صبر پر محیط کیا گیا۔ (2) یعنی فرد کی ذات سے معاملہ کی ابتداء ہے اور اجتماعیت کے مفادات کے ساتھ اس کا اِرتباط قائم فرمایا گیا۔ گویا تقویٰ درحقیقت فرد کی باطنی کیفیات اور قلبی اِحساسات کے تناظر میں خشیتِ الٰہیہ سے وجود پذیر ہونے والی خوبی کا نام ہے اور اس کی اہمیت یہ ہے کہ یہ اِجتماعیت کے وسیع تر لوازمات پر بہت مؤثر طریقے سے اثر انداز ہوتی ہے۔ قرآنِ پاک میں اس وصفِ حسنہ کو انتہائی پسندیدہ اَوصاف میں شامل کیا گیا ہے جن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت موجود ہے۔ کیونکہ

اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کا ساتھ دیتا ہے۔(3)
اھل التقویٰ ہی اللہ کے ولی ہوتے ہیں (4) اور وہ اُن سے محبت کرتا ہے۔(5) اُخروی نعمتوں پر اہل التقویٰ کا استحقاق بیان فرمایا گیا:
﴿إنّ للمتّقين عند ربّهم جنّت النّعيم﴾(6)
اہلِ تقویٰ کیلئے جنت اور اس کی نعمتوں کے علاوہ جنت کے چشموں، نہروں اور بہترین ٹھکانہ کی نشاندہی بھی فرمائی گئی۔(7)
تمام نعمتیں اور انعامات کی سزاداری اسی لیے ہے کہ حیاۃ الدُنیا میں انہوں نے بہت محنت کی اور اپنے لیے اعمال کا وہ نمونہ محفوظ فرمایا جو کہ صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہی استوار ہوسکتا ہے۔
﴿و من يعظّم شعآئر الله فإنّها من تقوى القلوب﴾(8)

1. الزمر 39 : 33
2. البقرة 2 : 177
3. قوله تعالیٰ: ﴿و اعلموا أن اللّٰه مع المتقين﴾ البقرة 2 : 194
4. قوله تعالى: ﴿إن أولياءه إلا المتقون﴾ الأنفال 8 : 34
5. قوله تعالى: ﴿فإن اللّٰه يحبّ المتّقين﴾ ال عمران 3 : 76
6. القلم 68 : 34
7. قوله تعالى: ﴿إنّ المتّقين في جنّٰت و عيون﴾ الذّٰريٰت 51 : 15، و قوله تعالى: ﴿إنّ المتّقين في جنّٰت وّ نهر﴾ القمر 54 : 54
وقوله تعالى: ﴿إنّ المتّقين لحسن ماب﴾ صٓ 38 : 49
8. الحج 22 : 32

آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرد کی فکری تربیت میں اجزائے ایمانیات میں سے اہم ترین عقائد اور عبادات کے ساتھ ساتھ تقویٰ وہ خصوصیت

ہے جو اُعمال کے حسن کا باعث اور اسلامی اُحکام کی غایت ہے۔ اگر قلبِ انسانی میں یہ جذبہ زندہ و بیدار ہو تو انسان خود آگاہی کے وصف سے متصف زندگی کی صلاح و فلاح کو تقویت دینے والے اعمال پر عمل پیرا ہوتا ہے اور اپنے لیے دنیا کی زندگی میں سے ہی توشہِ آخرت اکٹھا کر لیتا ہے۔

﴿و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجاo و یرزقہ من حیث لایحتسب﴾(1)

یعنی جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کیلئے رنج سے مخلصی کی راہ پیدا کر دے گا۔

﴿و من یتق اللہ یجعل لہ من أمرہ یسرا﴾(2)

اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے کاموں میں سہولت پیدا کر دے گا۔

﴿و من یطع اللہ و رسولہ و یخش اللہ و یتقہ فأولٰئک ھم الفائزون﴾(3)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اور اللہ سے خوف رکھے گا اور اس کا تقویٰ اختیار کرے گا پس وہی لوگ فائز یعنی کامیاب ہیں۔

مذکورہ بالا ان آیاتِ کریمہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقویٰ کی لذت آشنائی درحقیقت قرب و محبت اور اطاعتِ الٰہیہ کے رشتوں کو استوار کرتی ہے۔ یہ خصوصیت انسان کے اَعمال میں لطافت اور معنویت پیدا کرتی ہے۔ انسان فکر و نظر کے ایسے اُسلوب سے بہرہ مند ہو جاتا ہے جو اس کے سیرت و کردار کے گوشوں کو منور و تاباں کر دیتا ہے۔ ترغیبات اور ترہیبات میں اس کیلئے سپر ثابت ہوتا ہے۔ انسان کو اس کی محدود، فانی اور اُتھلی سطح سے اٹھا کر عشقِ الٰہی کے اس اُفق بلند کی طرف ترفع دیتا ہے جو لامحدود وسعتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ محض اِثم و عدوان اور فسق و فجور سے مجتنب رہنا اس کا مطمحِ نظر نہیں ہوتا۔ بلکہ تقویٰ کی اتصاف پذیری کا ہدف یہ بن جاتا ہے کہ وہ ایسا کون سا اَنداز اپنائے جس کے نتیجہ میں اللہ کی محبت کی نعمت کا سزاوار ٹھہرے۔ گویا تقویٰ نہ صرف محرک، سرچشمہ عمل اور کردار کی اَساس اور اس کی روح و جان

ہے بلکہ فرد کیلئے تہذیبی عمل کا عنوان بھی ہے۔ حبِ الٰہی کی سرشاری کے نتیجے میں تزکیہ کے جس عمل سے گزرتا ہے وہ اس کے فوائد سے دوسروں کو بھی مستفید کرتا ہے۔(4) اور یہی وہ نکتہ ہے جو ہمارے موضوع بحث کو ثابت کرتا ہے کہ دینِ اسلام فرد کی فکری و قلبی تربیت ایسے اُصول و ضوابط کے تحت کرتا ہے جس کے نتیجے میں اِجتماعیت کی ترتیب و تشکیل انتہائی مثبت انداز میں خود بہ خود رُو بہ عمل ہوتی ہے اور فرد کی شخصیت کی تابش اور ضوفشانیوں سے اِجتماعیت بھی منوّر و تاباں ہوجاتی ہے۔

1 الطلاق 65 : 2 , 3

2 الطلاق 65 : 4

3 النور 24 : 52

4 اساسیات اسلام ، ص:275-276ملخصاً

مصادر ومراجع

1 القرآن الحکیم:القرآن الحکیم مع ترجمہ از شاہ رفیع الدین و مولانااشرف علی تھانوی،لاھور: تاج کمپنی س ن.

2 ابن حبان، محمد بن حبان، ابو حاتم ، الإمام (م:254ھ) ، صحیح ابن حبان ، بترتیب امیر علاؤ الدین علي بن بلبان

الفارسي (م:739ھ)، لبنان : بیت الأفکار الدولیة، 2004م .

3 ابن ماجه ، ابو عبدالله محمد بن یزید، القزویني، سنن ابن ماجه، الریاض : مکتبة

دارالسّلام ،الطبعۃ الأ ولیٰ،

1420 ھ/1999م .

4 ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث بن إسحاق (م: 275ھ) سنن أبي داؤ د، الریاض: مكتبة دارالسّلام ، الطبعة الأولیٰ،

1420ھ/1999م.

5 اصلاحی ، امین احسن، حقیقت دین ،لاھور : مکتبة انجمن خدام القرآن ، طبع دوم ،1400ھ/ 1980ء .

6 البخاری ، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللّٰہ، الإمام (م:256ھ) صحیح البخاری ، الریاض :مکتبة دارالسّلام، الطبعة الثانية،

1419ھ/1999م.

7 البیضاوی، ناصر الدین ابو الخیر عبداللّٰہ بن عمر(م : 691ھ) انوار التنزیل و أسرار التأ ویل المعروف بتفسیر البیضاوی،

إعداد وتقديم : محمد عبدالرحمٰن المرعشلي، بیروت : داراحیاء التراث العربي، مؤسسة التاریخ العربي،

الطبعة الاولیٰ، 1418ھ/1998م.

8 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م: 279ھ)، جامع الترمذي ، الریاض : مکتبة دارالسلام، الطبعة الاولیٰ،

1420ھ/1999م.

9 حمودہ عبدالعاطی، ڈاکٹر، Islam in Focus، مترجم: رضا بدخشانی، اسلام ایک زندہ حقیقت، لاہور: اسلامک بک پبلشرز، س ن .

10 خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، اسلام کا نظریہ حیات ، لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع ثانی، 1970ء.

11 شہاب، رفیع اللہ ، اسلامی معاشرہ ، لاہور : سنگ میل پبلیکیشنز ، 1988ء.

12 صدیقی ، حیدر زمان ، اسلامی نظریہ اجتماع ، لاہور: یونیورسل بکس:1986ء.

13 عبدالحمید صدیقی ، انسانیت کے تعمیر نو اور اسلام ،لاہور : اسلامک پبلشنگ ہاؤس، اشاعت اول ، 1976ء.

14 المسلم، ابو الحسین ، مسلم بن الحجاج، القشیری (م: 261ھ) صحیح مسلم، الریاض: مکتبة دارالسلام ، الطبعة الثانية

1421ھ/2000م.

15 ندوی، سلیمان ، سید ، سیرۃ النبی ﷺ، لاہور: سروسز بک کلب، اشاعت سوم، 1983ء، جلد 5.

16 ندوی، محمد حنیف، اساسیات اسلام، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ،بار اول، 1973ء.

17 النسائی ، ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب ، الإمام، (م: 302ھ) سنن النسائی الصغریٰ ، الریاض: مکتبة دارالسلام، الطبعة

الاولیٰ، 1420ھ/1999م.

18 اردو دائرہ معارف اسلامیة، مقالہ توحید، لاہور: دانش گاہ پنجاب ، طبع ثانی ، 1426ھ /2005ء جلد 6.

Charis Waddy, The Muslim Mind, Lahore: Vanguard Books

19(Pvt.) Ltd., 1992.